Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 4 (April-June 2024)
HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

A Critical Review of the Conception of Christ in the Old Testament

عہد نامہ قدیم میں تصور مسیح کا تنقیدی جائزہ

Dr. Muhammad Yaseen Raza
PhD Islamic Studies, Government College University, Faisalabad,

Dr. Mahmood Ahmad
Assistant Professor Department of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad.

Abstract

The Bible is divided into two primary sections: the Old Testament and the New Testament. Both Jewish and Christian traditions regard these texts as divinely inspired and authoritative. However, the portrayal and concept of Christ differ significantly between these two parts. While the Old Testament, sacred to both Jews and Christians, often presents Christ in prophetic and symbolic terms, the New Testament introduces Christ as the Messiah and central figure of Christian theology. This divergence in interpretation has led to theological debates and differing beliefs between the two faiths. In this article, the concept of Christ in the Old Testament will be explored, with a focus on the messianic prophecies and how they have been interpreted in both Jewish and Christian traditions.

Keywords: Bible, Old Testament, New Testament, Christ, Messianic prophecies, Jewish tradition.

تعارف

بائبل بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہے۔ عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید۔ یہودی اور مسیحی دونوں گروہ ہی اسے الہامی اور سچا مانتے ہیں۔ بائبل نے جہاں اور بھی بہت سے تصورات کو بیان کیا وہی مسیح کے تصور کو بھی بیان کیا ہے۔ لیکن بائبل کے تضادات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے دونوں حصوں میں مسیح کا تصور متضاد ہے۔ اس آرٹیکل میں عہد نامہ قدیم میں تصور مسیح کو بیان کیا جائے گا۔

یہودی نظریہ مسیح کو سمجھنے کے لئے عہد قدیم کی تفہیم از حد ضروری ہے۔ یہودی اسے الہامی اور سچا مانتے ہیں اور اس کے مضامین کو بھی برحق جانتے ہیں۔ اگر عہد نامہ قدیم پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو اس میں تصور مسیح عہد نامہ جدید سے نہ صرف جدا گانیہ اور منفرد ہے بلکہ یکسر مختلف ہے۔ یہود دنیا پرستی میں تمام اقوام سے منفرد ہیں۔ جب دنیوی عروج ہوتا ہے تو کسی کی کوئی پرواہ نہیں رکھتے لیکن جب یہ عروج ماند پڑھنے لگے تو یہ ہر اس کردار کو بہت اہمیت دیتے ہیں جو انہیں دنیوی جاہ و جلال بخشے۔ عہد قدیم میں ایسے اشخاص کو بھی مسیح سمجھا گیا جن کا تعلق داؤد کے گھرانے سے نہیں تھا حالانکہ یہود مسیح کی آمد کو اسی گھرانے سے ہی خاص مانتے تھے۔ عہد قدیم میں مسیح کے تصور کو بیان کیا جاتا ہے۔

1۔ عہد قدیم میں تصور مسیح:

ابتدائی آنے والے یہودی ایام میں کسی مسیح کی آمد کا کوئی تصور سرے سے موجود نہ تھا۔ صرف کاہن کو مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے مسح کیا جاتا تھا۔ اس کے سوا مسح کیے ہوئے شخص کی کوئی مذہبی یا دنیوی حیثیت نہیں ہوتی تھی۔ ممسوح کے لیے ضروری تھا کہ وہ نسلِ ہارون سے ہو۔[1] دَورِ قضات تک اس رواج میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ قضات کی کتاب میں خدا کے ایک نذیر سمسون کا تذکرہ پایا جاتا ہے لیکن اُسے کبھی مقدس تیل سے مسح نہیں کیا گیا تھا۔ وہ فرشتے کی ہدایت کے مطابق ماں کے پیٹ سے ہی نذیر ہونے کے لیے مخصوص تھا۔ ہارون کی اولاد سے ہٹ کر کسی شخص کے ممسوح ہونے کا ذکر پہلی مرتبہ ہمیں کتاب ا۔ سیموئیل میں ملتا ہے۔ یہ شخص ساؤل تھا اور اس کا تعلق بنیامین کے قبیلے سے تھا[2]۔ یہ مسح دینی اغراض سے ہٹ کر سیاسی مقاصد کے لیے تھا اور ممسوح کی حیثیت ایک سیاسی قائد سے بڑھ کر نہ تھی۔ اُس کے تقرر کی غرض و غایت بس اتنی تھی کہ قوم بنی اسرائیل ایک جھنڈے تلے جمع ہو جائے اور یہ شخصیت بحیثیت قائد اپنے لوگوں کو فلسطینی قوم اور گردونواح کی ہمسایہ اقوام کی چیرہ دستیوں سے نجات دلائے۔ ساؤل کے یکے بعد دیگرے دو جانشینوں یعنی داؤد اور سلیمان کا تقرر بھی مسح کے ذریعے عمل میں آیا[3]۔ بعد کے سلاطین کے متعلق بتصریح نہیں ملتا کہ اُن کی تقرریاں بھی اسی دستور کے موافق ہوئیں۔

جب یہودی قوم اپنی بداعمالیوں کے نتیجے میں زوال کا شکار ہوئی اور سینکڑوں برسوں کی تفرقہ بازی نے اپنا فطری رنگ دکھلایا اور قوم یہود کو غلامی قبول کر کے جلاوطنی اختیار کرنا پڑی تو مسیح کے تصور نے ذرا وسعت پکڑلی۔ اب وہ شخصیت بھی بنی اسرائیل کے لیے ممسوح تھی جو اسے اس مصیبت سے نجات دلائے۔ اس کے لیے اسرائیلی پیغمبروں نے پیشین گوئیاں کیں۔ اس ضمن میں ارمیانی کی وہ پیشین گوئی شہرہ آفاق ہے جس میں اُنہوں نے شمال سے ایک نجات دہندہ کے آنے کی خبر دی تھی[4] چاہے اس کا تعلق بنی اسرائیل سے نہ بھی ہو۔ چنانچہ کورش بادشاہ اپنی اسی خوبی کی بنا پر یہودیوں میں ممسوح قرار پایا حالانکہ وہ فارسی الاصل تھا۔[5] کورش نے انہیں بخت نصر کی قید سے رہائی تو دلائی مگر یہودیوں کو وہ شان و شوکت نصیب نہ ہو سکی جس کی وہ آس لگائے بیٹھے تھے۔ جب یہودی قوم پر غیر ملکی تسلط نے پوری طرح غلبہ پالیا اور غیر قوم سے تعلق رکھنے والے ممسوح سے بھی توقعات نقش برآب ثابت ہوئیں تو یہ خیال زور پکڑنے لگا کہ ایسا نجات دہندہ یہودی الاصل ہی ہونا چاہیے۔ چونکہ یہودی قوم کو سیاسی رفعت داؤد کے گھرانے کے وسیلے سے نصیب ہوئی تھی اس لیے یہ بات بھی اُن کے دلوں میں گھر کر گئی کہ یہودی نشاۃ ثانیہ بھی اسی

CC BY

گھرانے سے وابستہ ہو گی۔ لیکن یہ تصور تنہا اسی ایک سوچ پر مبنی نہیں تھا۔ اس میں نسلی تفاخر کا عنصر بھی موجود تھا۔ داؤد کے پوتے رحبِعام کے بادشاہ بنتے ہی مملکت اسرائیل دو حصوں میں بٹ گئی۔ یہودہ اور بنیامین کے قبائل ایک طرف اور بقیہ دس قبائل سیاسی موقف کی بنا پر الگ ہو گئے۔

اول الذکر سلطنت یہودیہ کے نام سے موسوم ہوئی اور مؤخر الذکر اسرائیل کے نام سے۔ اسرائیلی سلطنت اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکی اور ۷۲۱ ق م میں غلامی کے گڑھے میں ایسی گری کہ آج تک وہ قبائل مفقود الخبر ہیں اور تاریخ میں دس گم گشتہ قبائل کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ اس پس منظر میں یہ سوچ کار فرما تھی کہ ربّ الافواج کے نزدیک داؤد کا گھرانہ ہی برگزیدہ ہے اور یہی گھرانہ ایک مرتبہ پھر سیاسی سطوت کی علامت بنے گا۔ بائبل میں اسی پس منظر میں یسّی کی نسل سے ایک کونپل پھوٹنے کی پیشین گوئی دیکھنے کو ملتی ہے [6]۔ یہودی علماء کتاب مقدس کے بعض مقامات تصور مسیح سے خاص سمجھتے تھے اور ان کی روشنی میں مسیح کو شناخت کرنے کے متمنی تھے کیونکہ پُر آشوب ایام میں آنے والے مسیح کی امیدوں کا زور پکڑ لینا عین فطری امر تھا۔ جب فاتحین کے مظالم ناقابل برداشت ہو جاتے تو مقدس نوشتوں میں مستور مسیحانہ پیشین گوئیاں ڈھونڈنے کا رجحان غالب آجاتا۔ قدیم یہودی مؤرخ جوزیفس نے صراحتاً لکھا ہے کہ ہیکل کے انہدام کے فوری بعد آنے والے سالوں میں کئی لوگ یہ دعویٰ لے کر اُٹھے کہ وہ وہی مسیح موعود ہیں جن کا تذکرہ انبیاء کرام نے اپنے صحف میں کیا ہے [7]۔ اس ضمن میں بار کوکب کا خروج تو یہودی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ اس کی خدمات اسرائیل کے لیے وقتی طور پر اتنی اہم تھیں کہ رّبی عقیبہ جیسا یہودی عبقری بھی دھوکا کھا گیا اور اسے صادق مسیح خیال کر بیٹھا۔ یہی بار کوکب بعد میں بارِ کاذب کے نام سے مشہور ہوا۔

یہودی ربیوں میں زیادہ تر آنے والے مسیح کے نام کی بحث چھڑی رہی۔ سب سے اہم سوال یہ تھا کہ اس کا نام کیا ہو گا؟ ربی شیلا کے مکتبہ فکر کے نزدیک اس کا نام شیلوہ تھا کیونکہ یہ تو کتاب مقدس میں لکھا ہوا تھا کہ جب تک شیلوہ نہ آئے [8]۔ ربی یوشع کے مطابق آنے والے مسیح کا نام زیمک (Tzemach) بمعنی شاخ تھا۔ یہ نام زکریا ۲:۱۴ سے اخذ کیا گیا تھا۔ کچھ لوگوں کی نظر میں اس کا نام مناہم بمعنی تسلی دہندہ ہو گا کیونکہ لکھا ہے کہ میرا تسلی دہندہ مجھ سے دور ہے [9]۔ ربی نکمان نے ربی اسحاق سے سوال کیا تھا کہ کیا تم نے سنا ہے کہ بار نفلی (BarNaphle) بمعنی پست حالوں کا بیٹا آئے گا؟ اس نے جواباً استفسار کیا یہ بارِ نفلی کون ہے؟ جواب ملا مسیح۔ ربی اسحاق نے پھر پوچھا کیا تم مسیح کو بار نفلی قرار دیتے ہو؟ ربی نکمان نے جواب دیا ایسا ہی ہے کیونکہ یہ تو کتاب مقدس میں لکھا ہوا ہے۔ اُن ایام میں مَیں داؤد کے گرے ہوئے خیمہ کو ایستادہ کروں گا [10]۔

کتاب مقدس کے مطابق یہودی آنے والے مسیح سے کیا کیا توقعات لگائے بیٹھے تھے؟ وہ سمجھتے تھے کہ مسیح یہودیوں کی سیاسی اور روحانی ابتری کا خاتمہ کر دے گا اور قوم کو ایک مرتبہ یکجا کر دے گا۔ وہ یہودی و غیر یہودی دونوں کے لیے ایک مرکزی حکومت قائم کرے گا۔ اس خیال کی بنیاد اشعیا کی یہ عبارت تھی۔

> "اس روز یسی کی اس جڑ کو کہ جو امت کے لئے جھنڈے کی طرح قائم ہے غیر قومیں تلاش کریں گی اور اس کی سکونت جلیل ہو گی۔ اور اس روز خداوند اپنا ہاتھ پھر بڑھائے گا تاکہ اپنی امت کا وہ بقیہ واپس لائے جو اشور اور مصر اور فتروس اور کوش اور عیلام اور شنعار اور حمات اور سمندر کے جزائر سے بچ رہے اور وہ قوموں کے لئے جھنڈا کھڑا کرے گا۔ اور اسرائیل کے اسیروں کو فراہم کرے گا۔۔۔ اور یہودہ کے دشمن نیست ہوں گے۔"[11]۔

یہودی یہ سمجھتے تھے کہ مسیح ان کی سرزمین کنعان انہیں واپس دلائے گا کیونکہ ارمیا یہ پیشین گوئی کر چکے تھے کہ

> "وہ دن آتے ہیں کہ میں اپنی امت اسرائیل اور یہودہ کی قسمت بدل دوں گا۔۔۔۔۔ اور انہیں اس سرزمین میں لاؤں گا جو میں نے ان کے باپ دادا کو عطا کی"۔[12]

مسیح کی بابت یہ خیال بھی لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا تھا کہ وہ روحانی نجات کا بھی باعث بنے گا۔ ایسا اس لیے ہونا تھا کہ یوشیع نبی یہ پیشین گوئی کر چکے تھے کہ:

> "بنی اسرائیل بہت دنوں تک بادشاہ اور سردار اور قربانی اور ستون اور افود اور ترافیم کے بغیر قناعت کریں گے۔ بعد اس کے بنی اسرائیل رجوع لائیں گے اور خداوند اپنے خدا اور اپنے بادشاہ داؤد کو ڈھونڈیں گے۔ اور آخری دنوں میں ڈرتے ہوئے خداوند اور اس کی نیکی کے طالب ہوں گے"۔[13]

یہودی یہ بھی خیال کرتے تھے کہ مسیح ہیکل کو پھر سے تعمیر کر دے گا اور اس میں از سرے نوں خداوند کی پرستش ہو گی۔ وہ یہودی مذہبی عدالت کے ساتھ ان کی شریعت بھی نافذ ہو گی۔ یہ تصورات ارمیا نبی کے اس فرمان کے مطابق تھے:

"دیکھ وہ دن آتے ہیں کہ خداوند فرماتا ہے وہ نیک بات جو مَیں نے اسرائیل کے گھرانے اور یہودہ کے گھرانے کے حق میں فرمائی ہے پوری کروں گا ان ہی ایام میں اور اسی وقت مَیں داؤد کے لیے ایک صادقت کی شاخ پیدا کروں گا اور وہ ملک میں عدالت و صداقت سے عمل کرے گا ان دنوں میں یہودہ نجات پائے گا۔ اور یروشلیم سلامتی سے سکونت کرے گا۔ اسرائیل کے گھرانے کے تخت پر بیٹھنے کے لیے داؤد کو کبھی آدمی کی کمی نہ ہو گی۔ اور نہ لاوی کاہنوں کو آدمیوں کی کمی ہو گی جو میرے حضور سوختنی قربانیاں گزرانیں اور ہدیے چڑھائیں اور ہمیشہ قربانی کریں"۔[14]

اس سے قبل یرمیاہ یہ بھی پیش گوئی کر چکے تھے کہ:

"خداوند فرماتا ہے کہ میں داؤد کے لئے ایک صادق شاخ پیدا کروں گا۔ اور اس کی بادشاہی ملک میں اقبال مندی اور عدالت اور صداقت کے ساتھ ہو گی۔ اس کے ایام میں یہوداہ نجات پائے گا اور اسرائیل سلامتی سے سکونت کرے گا۔۔۔۔ اور ان سب مملکتوں سے جہاں جہاں میں نے انہیں ہانک دیا تھا نکال لاؤں گا اور وہ اپنے ملک میں بسیں گے۔"[15]

صاف ظاہر ہے کہ ایسی تمام پشین گوئیاں سیاسی اغراض کی آئینہ دار تھیں۔ اسی طرح بائبل میں اور بھی کئی مقامات ہیں جو مسیح سے متعلقہ متصور ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں۔[16]

یہودی نظر میں آمد مسیح کے بعد کی نظریاتی حالت:

مسیح کے ایام میں دنیا کا نقشہ کیا ہو گا؟ یہ اہم سوال تھا۔ اس بارے کچھ آراء یہ تھیں کہ جب مسیح ظہور کرے گا تو دس باتوں کا وقوع میں آنا لازم ہے کیونکہ کتاب مقدس میں یونہی لکھا ہے۔

1۔ مسیح دنیا کو بقعہ نور بنا دے گا جیسا کہ کہا گیا ہے۔ دن کے وقت آفتاب تجھے روشنی نہ دے گا اور نہ رات کو ماہتاب اپنی چاندنی سے تجھے روشن کرے گا بلکہ خداوند تیرا ابدی نور ہو گا۔[17] تو پھر کیا انسان اس وقت اس قابل ہو گا کہ مقدس شخص، جسے خدا نے برکت بخشی ہو، پر نظر کر سکے؟ اور پھر قادر مطلق سورج کا کیا کرے گا؟ یہ بھی تو مقدس نوشتوں میں آیا ہے کہ چاند کی چاندنی سورج کی روشنی کی مانند ہو گی اور سورج کی روشنی سات گنا سات دنوں کی روشنی کی طرح ہو گی جس روز خداوند اپنے لوگوں کی شکستگی کو باندھے گا۔[18]

2۔ وہ مقدس شخص یروشلیم سے پانیوں کے بہنے کا باعث ہو گا اور جو آدمی کسی بیماری میں مبتلا ہو گا اس پانی سے شفا پائے گا کیونکہ لکھا ہے کہ: جہاں کہیں یہ پانی پہنچے گا ہر ایک چلنے پھرنے والا جاندار زندہ رہے گا[19]۔

3۔ وہ پودوں کے ہر مہینے پھل سے لبریز ہونے کا باعث ہو گا اور تمام لوگ ان پھلوں سے حظ اٹھائیں گے اور تندرستی حاصل کریں گے۔ کیونکہ مقدس نوشتوں میں کہا گیا ہے کہ وہ ہر مہینے نئے پھل لائیں گے کیونکہ ان میں پانی مقدس میں سے جاری ہے اسی لیے ان کے پھل کھانے کے لائق اور پتّے شفا دینے کے قابل ہوں گے[20]۔

4۔ تمام تباہ شدہ شہر دوبارہ تعمیر ہو جائیں گے اور دنیا میں کوئی بھی جگہ بیکار یونہی نہیں پڑی رہے گی۔ حتّٰی کہ اس بابرکت دَور میں سدوم اور عمورہ جیسے شہر بھی دوبارہ تعمیر ہو جائیں گے کیونکہ مقدس نوشتہ کہتا ہے کہ جب تیری بہنیں یعنی سدوم اور اس کی بیٹیاں اپنی قدیمی حالت میں واپس آئیں گی[21]۔

CC BY

5- وہ یروشلیم شہر کو نیلم کے پتھروں سے تعمیر کرے گا کیونکہ نبیوں نے کہا ہے: میَں تیری بنیاد نیو نیلم سے ڈالوں گا اور میَں تیرے کُنگروں کو لعلوں ور تیرے پھاٹکوں کو شب چراغ اور تیری ساری فصیل بیش قیمت پتھروں سے بناؤں گا۔[22] اور یہ پتھر سورج کی مانند چمکیں گے تاکہ بت پرست اقوام آئیں اور دیکھیں کہ اسرائیل کے خدا کا جلال کیسا ہے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ

"قومیں تیرے نور کی طرف آئیں گی"[23]۔

6- پوری کائنات میں امن اور سلامتی ہوگی کیونکہ لکھا ہے کہ گائے اور ریچھنی اکٹھی چریں گی[24]۔

7- وہ تمام درندوں، پرندوں اور رینگنے والوں جانوروں کو اکٹھا کرے گا۔ اور ان میں اور سارے اسرائیل کے درمیان ایک عہد باندھے گا کیونکہ لکھا ہے کہ میَں اُس روز اس کے لیے جنگلی جانوروں، ہوا کے پرندوں اور زمین کے رینگنے والے جانوروں سے عہد باندھوں گا[25]۔

8- رونا اور ماتم کرنا دنیا سے موقوف ہو جائے گا کیونکہ لکھا ہے کہ بعد ازاں اُس میں رونے کی صدا اور نالہ کرنے کی آواز نہ سنی جائے گی[26]۔

9- اس فرمان کے تحت دنیا سے موت موقوف ہو جائے گی کہ وہ موت کو ہمیشہ کے لیے نیست کرے گا[27]۔

10- اُس کے ایام میں سسکیاں، آہیں اور کوفت نہ ہوگی بلکہ شادمانی ہوگی کیونکہ لکھا ہے کہ جن کا خداوند نے فدیہ دیا وہ واپس آئیں گے اور گیت گاتے ہوئے صیہون کو لوٹیں گے[28]۔

ہم دیکھ سکتے ہیں کہ یہودی قوم کے ذہن میں یہ سوال بار بار سر اٹھاتا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دنیا پر کس قسم کے اثرات ثبت کرے گا۔ اس سوال کے جواب کے بغیر مسیح کی بعثت کو مفید مطلب قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ نوبت یہاں تک آن پہنچی تھی کہ ہر برکت اب مسیح کے وسیلہ سے ہی ملے گی کا اعتقاد بڑی سرعت سے اپنی وسعت کی آخری حدود کو چھونے کے مرحلہ میں داخل ہو چکا تھا جس سے واپسی کا تصور بھی محال تھا۔ مستقبل کی دنیا سے مراد صرف اور صرف دورِ مسیح ہی رہ گیا تھا۔ اسرائیل کی امیدوں کا محور اب صرف مسیح کی ذات تھی۔ مسیح تمام دنیا سے خدا کے چنیدہ اسرائیل کو نہ صرف دشمن اقوام کے پنجے سے رہائی دلاتا اور ہر چہار سُو سے انہیں اکٹھا کرتا بلکہ اس مقام سرفرازی تک بھی لے جاتا جس کا وعدہ خدا نے انبیاء کی زبانی اسرائیل سے کر رکھا تھا۔ اس قسم کے خیالات کی تشریح کے لیے کتاب زبور ایک مناسب اوزار تھی۔

ایام مسیح میں ہر چیز کی زرخیزی میں خیرہ کن حد تک اضافہ ناگزیر تھا۔ مستقبل کی دنیا یہودی قوم کی نظروں میں موجودہ دنیا جیسی نہیں تھی کیونکہ موجودہ دنیا تو آلام و مصائب کا گھر ہے۔ ہر خواہش کی تکمیل کے لیے مشقت ناگزیر ہے۔ موجودہ وقتوں میں تو انگور سے مے نکالنے کے لیے خوشی چینی کرنا پڑتی ہے اور پھر انہیں دبا دبا کر رس نکالنا ہوتا ہے تب جا کر کہیں مطلب براری ہوتی ہے۔ لیکن آنے والے ایام مسیح میں ایک شخص ایک گاڑی پر ایک ہی دانہ انگور لائے گا اور اسے اپنے گھر کے کسی کونے یا کمرے میں محفوظ کرے گا۔ اور اس سے اتنا رسَ کشید کر لے گا کہ ایک بڑا مٹکا بھر جائے۔ اس کا ڈنٹھل بطور ایندھن کام میں آئے گا۔ کوئی بھی دانۂ انگور ایسا نہیں ہوگا جس سے تیس جام مے کے نہ بنیں۔ موجودہ دنیا میں اناج کی تیاری کا عرصہ کم از کم چھ ماہ ہوتا ہے اور پھل دار درخت سال میں ایک مرتبہ پھل لاتا ہے۔ لیکن آنے والے مسیحانہ دوَر (Messianic Age) میں چھ ماہ کا عرصہ ایک مہینے میں بدل جائے گا۔ اسی طرح ہر پھل دار درخت دو ہر دو ماہ بعد پھل لائے گا۔ ربی یوشی کے نزدیک یہ دونوں عرصے اس سے بھی نصف ہیں۔ اس ضمن میں یہ آس بھی لوگوں کے دلوں میں جوت جگا رہی تھی کہ اس دور میں سرزمین اسرائیل بہترین آٹا پیدا کرنے والی گندم اگائے گی اور بھیڑوں سے عمدہ پشم حاصل ہوگی۔ زمین میں ایسی گندم اگے گی جس کے دانے کی جسامت بیل کے گردے کے برابر ہوگی۔ اسی طرح عورتیں بھی اس دور میں ایک ہی دن میں بچہ جنیں گیں۔ اس قسم کے بیانات اور توقعات سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ یہود کے نزدیک اس دنیا کی ناآسودہ خواہشات کی فوری تکمیل کی تمنا آمد مسیح سے وابستہ ہو چکی تھی۔ دین و دنیا دونوں کی سرفرازی کی امیدیں اب مسیح سے بندھ چکی تھیں۔ قوم اسرائیل کا ایک ہی کام باقی رہ گیا تھا کہ مسیح کے سنہرے دوَر کا انتظار کرے ۔

حاصل کلام:

حضرت یعقوبؑ کی آل سے جس نسل کا آغاز ہوا تھا اس کو یہوی کہا جاتا ہے۔ اس قوم میں انبیاء علیہ السلام کا طویل سلسلہ پایا جاتا ہے جس کی آخری کڑی حضرت مسیحؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی قیادت اکثر انبیاء کو ہی دی تھی۔ یہ بھی حقیقت سے خالی نہیں ہے کہ پہلے پہل یہود مسیح کے تصور کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے لیکن جب یہود پر کوئی کڑا وقت آتا تو وہ کسی نہ کسی نجات دہندہ کی امید میں لگ جاتے جو انہیں اس کرب و بلا سے نجات دے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک یہود میں نظریہ مسیح نجات دہندہ کے طور پر پایا جاتا رہا۔ جب مسیحؑ تشریف لائے اور انہوں نے یہود کے مطلوبہ نظریہ مسیح کو پورا نہ کیا۔ بلکہ اس کے برخلاف تصور پیش کیا اور اپنی آمد کو اخروی کامیابی سے جوڑا تو وہ نہ صرف ان سے بگڑ گئے بلکہ ان کو راستے سے ہٹانے کے لئے صلیب دینے کی بھی کوشش کی۔

حوالہ جات

---

[1] ۔ خروج 6:29۔

[2] ۔ا۔سیموئیل 9: 16۔

[3] ۔2۔سیموئیل باب9 اور ا۔ملوک باب39 ۔

[4] ۔یرمیا41:50

[5] ۔یسعیا ہ 45: 1

[6] یسعیاہ 11 : 1

[7] J ohen,Abraham,EVERY MAN'S TALMUD, -UNA ,P,349

[8] ۔پیدائش 49 :10

[9] ۔مرثیے1 :16

[10] ۔عاموس ۹:۱۱

[11] ۔ یسعیاہ11 :11

[12] ۔یرمیا30 :3

[13] ۔ہوسیع3 :4

[14] ۔ یرمیا33 :14 تا18۔

[15] یرمیاہ 23 :5 تا 8

[16] ۔یسعیاہ 2 : 11 ۔

[17] ۔یسعیا ہ 60 : 19۔

[18] ۔یسعیاہ30 :26

[19] ۔حزقی ایل47 :9

[20] ۔حزقی ایل47 :12

[21] ۔حزقی ایل 16 : 55

[22] ۔یسعیاہ54 :11

[23] ۔ یسعیاہ 60:3

[24] ۔ یسعیاہ 11 : 7

[25] ۔ہوسیع2 :18

[26] ۔ یسعیاہ 56 :19

[27] ۔ یسعیاہ 25 :8

[28] ۔ یسعیاہ 35 :10

CC BY